# وہ ایک شخص جو یہ دل ویران کر گیا!
## (شاگردعزیز محمد شکیل صدیقی کی یاد میں)

نثاراحمد ☆

﴿۱﴾

محمد شکیل صدیقی مرحوم میرے عزیز ترین شاگردوں میں سے ایک تھے۔ چہرہ شناسی تو پہلے سے تھی لیکن ۷۶/۷۵ء میں جب انہوں نے شعبۂ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی میں داخلہ لیا تو رسمی شاگردی کے ساتھ گویا رسم ورہ الفت بھی استوار ہوگئی۔ یہ انسیت دوطرفہ تھی اُسی وقت وہ پی آئی اے میں ملازم تھے اور ''پیاسی'' میں سرگرم بھی! خاکسار نے اپنے پورے دورِ ملازمت میں یہ التزام ہمیشہ برقرار رکھا کہ کالا گون پہنے بغیر کوئی طالب علم کلاس میں شریک نہیں ہوسکتا تھا۔ عزیزم میاں شکیل صدیقی نے ایک مودّب شاگرد کی حیثیت سے اس کا ہمیشہ خیال رکھا اور کالا گون پہنے بغیر کلاس میں نہیں آئے کلاس ختم ہونے کے بعد اکثر و بیشتر میرے ساتھ ہی میرے کمرہ میں آجاتے، کچھ دیر بیٹھتے اور چائے بسکٹ وغیرہ کھا پی کر اجازت مانگتے اور چلے جاتے۔ دورانِ نشست ذاتی حالات پر بات بہت کم ہوتی مگر ہاں علمی مسائل، تحریکی سرگرمیاں، جمعیت جماعت کے حالات البتہ زیرِ بحث آتے۔ لکھنے پڑھنے کی باتیں ہوتیں اور طلباء واساتذہ کے بارے میں حسبِ ضرورت تبادلۂ خیال ہوتا۔ راقم الحروف شروع سے ہی یعنی ۱۹۶۴ء میں اپنی آغازِ ملازمت سے اختتام مدت یعنی ۲۰۰۱ء کے اواخر تک مسلسل ۳۷ سال ایم اے سال اول اور آنرز سال سوم وغیرہ کو سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچہ (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ اور آپؐ کے بےنظیر کارناموں پر مشتمل ہوتا تھا) پڑھاتا رہا۔ مجھے اول آخر اسی مضمون سے دلچسپی تھی اور ہے اور میری علمی، تعلیمی، تحقیقی وتدریسی تمام سرگرمیوں کا مقصود منتہا یہی موضوع تھا۔ جبکہ آنرز کے دوسرے پرچے اور ایم اے فائنل کے دیگر مضامین بقدر ضرورت اور بہ تقاضائے

☆ پروفیسر (ر) ڈاکٹر نثار احمد، سابق صدر شعبہ اسلامی تاریخ و ریکس کلیہ فنون وتجارت، کراچی یونیورسٹی، کراچی۔



PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۹ ایضاً،ص۹۷ ۲۰ ایضاً،ص۹۸ ۲۱ ایضاً،ص۱۰۱

۲۲ ایضاً،ص۱۰۲ ۲۳ ایضاً،ص۱۰۸ ۲۴ ایضاً،ص۱۱۵

۲۵ ایضاً،ص۱۱۷ ۲۶ ایضاً،ص۱۳۲ ۲۷ ایضاً،ص۱۳۵

۲۸ ایضاً،ص۱۳۶ ۲۹ ایضاً،ص۱۶۷

۳۰ عزیز احسن،ڈاکٹر، امید طیبہ رسمی،نعت ریسرچ سنٹر،کراچی،جولائی ۲۰۱۲،ص۱۰

۳۱ ایضاً،ص۱۵ ۳۲ ایضاً،ص۱۷ ۳۳ ایضاً،ص۳۴

۳۴ نعت کے تنقیدی آفاق،ص۱۱۴

۳۵ ایضاً،ص۹

۳۶ امید طیبہ رسمی،ص۵۸

۳۷ ایضاً،ص۶۰ تا۶۱

۳۸ ایضاً،ص۹۸

۳۹ عزیز احسن،ڈاکٹر،شہپر توفیق،نعت ریسرچ سنٹر،کراچی،جنوری ۲۰۰۹ء،ص۳۷

۴۰ ایضاً،ص۴۸

۴۱ نعت کے تنقیدی آفاق،ص۱۷۶

۴۲ شہپر توفیق،ص۶۳

۴۳ نعت کے تنقیدی آفاق،ص۴۳

۴۴ شہپر توفیق،ص ص۲۵ تا۲۶

۴۵ ایضاً،ص۷۸ ۴۶ ایضاً،ص۷۹ ۴۷ ایضاً،ص۸۳

۴۸ ایضاً،ص۸۶ ۴۹ ایضاً،ص۹۵

۵۰ نعت کے تنقیدی آفاق،ص۱۷۸

۵۱ شہپر توفیق،ص۹۷

۵۲ ایضاً،ص۱۰۱ ۵۳ ایضاً،ص۱۲۲ ۵۴ ایضاً،ص۱۴۱

۵۵ ایضاً،ص۱۵۰ ۵۶ ایضاً،ص۱۹۶

۵۷ عزیز احسن،ڈاکٹر،اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی جائزہ ،نعت ریسرچ سنٹر،کراچی،مارچ ۲۰۱۳ء،ص۲۶

۵۸ ایضاً،ص۱۹۱ ۵۹ ایضاً،ص۴۷۳ ۶۰ ایضاً،ص۵۹۴



PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تدریس وملازمت پڑھاتا تھا۔ میری پی ایچ ڈی کے کام کا موضوع بھی سیرت النبیؐ سے متعلق تھا جس پر مقالہ تحریر کر کے ۱۹۷۴ء میں جامعہ کراچی میں داخل کر چکا تھا اور جس پر دو سال کے انتظار کے بعد مارچ ۱۹۷۶ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی گئی۔ اس وقت تک خاکسار راقم الحروف کا معتد بہ تحریری کام منصۂ شہود پر آچکا تھا نیز کئی علمی تحقیقی کتابیں مثلاً نقشِ سیرت (مطبوعہ ۱۹۶۸ء/صفحات ۸۳۲)، سحاب رحمت (مطبوعہ ۱۳۷۴ھ/صفحات ۱۲)، نوائے سروش (مطبوعہ ۱۹۶۷ء/صفحات ۹۶)، اسلامی ریاست (مطبوعہ ۱۹۶۶ء/صفحات ۳۲۰) وغیرہ شائع ہو کر علمی حلقوں میں پہنچ چکی تھیں۔ علاوہ ازیں دیگر علمی تحقیقی مقالات کی تحریر وتسوید، اشاعت کا سلسلہ اور کانفرنسوں، علمی مجالس اور تحقیقی کاوشوں کا سلسلہ بھی ہنوز جاری وساری تھا۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے خاکسار کی علمی تحقیقی تعلیمی تدریسی سرگرمیاں اور مصروفیات میاں شکیل صدیقی کے لیے دلچسپی اور تحریک کا باعث تھیں۔ وہ میرے قلم سے لکھے ہوئے مطبوعہ مقالات وغیرہ ضرور پڑھتے، خوش ہوتے اور دوسرے ارباب ذوق کو بھی ان سے مطلع کرتے۔ میرا پی ایچ ڈی کا مقالہ ''عہد نبویؐ میں ریاست کا نشو وارتقاء'' (قومی سیرت ایوارڈ یافتہ) اُن کی خصوصی دلچسپی اور توجہ کا مرکز تھا۔ بلکہ اس کے چھپنے اور اس پر ملنے والے والے ایوارڈ سے پہلے بھی ان کا پسندیدہ تھا۔ موصوف کی اسی دلچسپی کے پیش نظر میری شائع ہونے والی ہر کتاب اور مقالہ کی ایک کاپی/نقل ان کو ضرور بھجوائی جاتی۔ جس پر وہ اپنی زبانی یا تحریری رائے دیتے یا تبصرہ لکھتے، فون پر اس کی اطلاع دیتے تھے۔

۱۹۷۸ء میں ایم اے کرنے کے بعد اُن سے میری ملاقاتیں (اُن کے سلسلۂ ملازمت اور دیگر اسباب کے تحت بہت جلدی جلدی نہیں ہو سکتی تھیں لیکن تھوڑے بہت عرصہ کے بعد جب وہ یونیورسٹی آتے تو ملاقات کرتے اور ایک لمبی نشست کے بعد رخصت ہو جاتے تھے۔

﴿۲﴾

۷/جنوری ۱۹۸۸ء کو بحیثیت لیکچرران کا تقرر شعبۂ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی میں ہوا تو گویا اُن سے تعلقات کا (بطورِ رفیقِ کار) ایک دوسرا دور شروع ہوا۔ اس دوران ان کو پی آئی اے کی ملازمت سے فارغ کیا جا چکا تھا اور وہ تدریس کا باقاعدہ پیشہ اختیار کر چکے تھے لیکن میرے لیے تو وہ ایک عزیز سعادت مند شاگرد ہی تھے اور خاص بات یہ ہے کہ تدریس وتعلم تمام تر ترقی کے باوجود انہوں نے اپنی اس حیثیت کو پوری وضع داری کے ساتھ قائم رکھا اور برسہا برس کی رفاقت کے باوجود آخر آخر تک وہ صرف ''شاگرد'' ہی رہے۔ یہاں تک کہ اپنے انتقال سے صرف بیس دن پہلے یعنی اتوار ۷/ستمبر ۲۰۱۴ء کو بھی جب وہ اپنی پروفیسری پر فائز ہونے کی اطلاع میرے گھر پر دینے آئے تھے تب بھی وہ احترام شاگردی سے سرشار تھے اور اس حقیر فقیر سے ہمیشہ مستفید ہونے کا برملا اظہار کیے بغیر نہ رہ سکے اور اپنی اُس آخری ملاقات میں بھی استاد کی قدر ومنزلت کو برقرار رکھا۔

شعبہ میں اساتذہ تو میرے علاوہ ظاہر ہے اور بھی متعدد تھے اور اُن سب سے بھی وہ برابر سعادت مندی سے پیش آتے تھے لیکن شروع سے ان کی طبیعت کو مناسبت مجھ سے کچھ زیادہ ہی تھی اور علمی تدریسی معاملات میں مشورہ رہنمائی وغیرہ کے



PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لیے بھی اکثر مجھ سے ہی رجوع کرتے تھے۔

جس زمانہ میں ان کا شعبہ میں تقرر ہوا وہ ڈاکٹر محمد صابر صاحب مرحوم کا زمانہ تھا۔ ڈاکٹر موصوف خود شعبہ کی پیداوار تھے اور شعبہ میں ۱۹۷۲ء سے ۳۱/دسمبر ۱۹۹۰ء کے دوران ۲/۲ سال کی مختلف قسطوں/ وقفوں کے ساتھ پانچ مرتبہ اور مجموعی طور پر ۱۲/۱۳ سال تک صدر شعبہ کے منصب پر فائز رہے۔ ڈاکٹر صاحب قبلہ نہ صرف یہ کہ ایک پر لطف شخصیت کے مالک تھے بلکہ ان کی خاص بات یہ تھی کہ زمانہ کے چلن اور جامعہ کراچی نیز ملک کے معاشرتی و سیاسی حالات کے پیش نظر ہمیشہ ایک عمومی آزاد روی اختیار کرتے تھے۔ اس کے نتیجہ میں شعبہ کی جملہ سرگرمیاں بھی نظریاتی ہم آہنگی سے بیگانہ آزاد روی سے زیادہ قریب تھیں۔

ملک میں پائے جانے والے حالات کے اثرات ہر شعبہ پر پڑے۔ ۱۹۷۳ء میں جامعہ کراچی میں سمسٹر سسٹم نافذ کیا جاچکا تھا۔ یہ نظام اپنی روح کے مطابق قائم کیا جاسکا نہ قاعدہ قانون کے مطابق۔ نہ اس کے مثبت اثرات نظر آسکے۔ بلکہ مختلف پہلوؤں سے نقصان دہ ثابت ہوا۔ طلباء برادری کے حالات بھی مجموعی طور پر انحطاط پذیر ہوتے چلے گئے۔ تعلیمی سرگرمیوں کے بجائے سیاسی سرگرمیوں نے فروغ پایا۔ ۱۹۸۳ء کے بعد طلباء یونین پر پابندی سے نقصان رسانی زیادہ بڑھ گئی۔ عزیزم میاں شکیل صدیقی چونکہ تحریکی نظریاتی رجحانات رکھتے تھے نیز اپنے جماعتی حلقہ میں ذمہ دارانہ حیثیت کے مالک تھے۔ اس لیے شعبہ کی مجموعی فضا ان کے لیے راحت انگیز تو نہ تھی لیکن وہ شعبہ کے عام معاملات میں اپنا دست تعاون دراز رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں وہ خود دراز قد، وجیہہ و شکیل آدمی اور متحرک نوجوان تھے۔ نیز شعبہ کے طلباء سے برابر میل ملاقات رکھتے اور ان کے رجحانات و میلانات اور دیگر معاملات میں درستگی کے لیے بھی کوشاں رہتے تھے۔ اس لیے ان کے تقرر کو ''بطور مشیر امورِ طلباء'' ہر دور میں مناسب سمجھا گیا اور اس لحاظ سے شعبہ میں طلباء و طالبات کی نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں کو منظم کرنے میں ''مشیر امورِ طلباء'' کا عمل دخل/ کردار موثر ترین ہوتا چلا گیا۔

﴿۳﴾

عزیزی محمد شکیل صدیقی نے اپنی یونیورسٹی ملازمت کا ابتدائی دور (۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۰ء) ڈاکٹر محمد صابر صاحب مرحوم کے عہدۂ صدارت میں گذارا جبکہ ان کے بعد بطور چیرمین اسلامی تاریخ انتظامی سربراہی جب خاکسار راقم الحروف کے سپرد ہوئی تو شعبہ میں دراصل ایک غیر معمولی تبدیلی رونما ہوئی کیونکہ شعبہ میں اس سے پہلے کم از کم ۹ سال تک شعبہ کے تمام معاملات مسلسل ایک مخصوص نہج پر استوار رہے تھے انہیں ایک دوسرے انداز سے منظم کرنا معمولی بات نہ تھی۔ بہر حال نئے کام کی ابتداء جنوری ۱۹۹۱ء سے ہوگئی اور یہ سلسلہ تمام معاملات کی ہم آہنگی کے ساتھ تقریباً اگلے دس سال تک یعنی اواخر ۲۰۰۱ء میں (مدت ملازمت کی تکمیل تک) جاری و ساری رہا۔

ان تمام مراحل میں 'پورے عرصہ' اس اگرچہ اس حقیر فقیر کو شعبہ کے تمام اساتذہ کا تعاون حاصل رہا تاہم چونکہ قارورہ شکیل سے پہلے سے ہی ملا ہوا تھا پھر مزاجی نظریاتی ہم آہنگی اس پر مستزاد تھی اس لیے شعبہ کی تعمیر و ترقی میں وہ برابر مدد و معاون



PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رہے اور خاکسار کی دس سالہ عہد صدارت میں وہ پوری دلچسپی اور مستعدی سے سرگرم عمل رہے۔ وہ میری منصوبہ بندی میں شریک و معاون اس کے نفاذ میں شامل، حکمت عملی کے معاون اور تتبع میں ہونے والے پروگراموں یا تقریبات میں ہر طرح سے شریک تھے۔ تعلیمی تدریسی سرگرمیاں شعبہ میں بخیر و خوبی رو بہ عمل آتی رہیں اس کے ساتھ ہی ساتھ ہم نصابی یا غیر نصابی سرگرمیاں بھی نئے انتظامات کے تحت ہوتی رہیں۔ خصوصاً ۲ فروری ۱۹۹۱ء کو اُس وقت کی امور طلباء کی نگراں مسز نگار کی معذرت کے بعد پہلے ڈاکٹر ذکیہ اور مسٹر شکیل صدیقی پر مشتمل کمیٹی کے زیر نگرانی اور بعد میں صرف شکیل صدیقی کی اولوالعزمی کے ساتھ کئی یادگار تقریبات نے شعبہ کو رونق بخشی۔ مثلاً جون ۱۹۹۱ء میں ساحل سمندر کراچی پر ایک پکنک کا شعبہ کے طلباء کے باہمی تعاون سے انتظام کیا گیا۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۹۱ء کو شعبہ میں ایک بہت بڑی تقریب منعقد ہوئی جس کے مہمان خصوصی شیخ الجامعہ ڈاکٹر سیّد ارتفاق علی صاحب تھے۔ یہ دراصل استقبالیۂ حج تھا چونکہ شیخ الجامعہ اور صدر شعبہ دونوں حضرات نے اُس سال حج اکبر کی سعادت حاصل کی تھی۔ تقریب کے بعد ماحضر تناول کا بھی اہتمام تھا۔ اُسی سال ایک نئی روایت کے طور پر شعبہ میں ایم اے فائنل کے رخصت ہونے والے طلبا و طالبات کے اعزاز میں ''ظہرانہ'' بطور ''الوداعیہ'' کا انتظام کیا گیا جس کے مہمان خصوصی ڈین فیکلٹی آف آرٹس جناب ڈاکٹر کلیم الرحمٰن صاحب مرحوم تھے۔

شعبہ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی میں ابتدائی طور پر قائم ہونے والے شعبوں میں سے ایک ہے، جسے نومبر ۱۹۵۳ء میں جامعہ کے قدیم مستقر پرنسز اسٹریٹ پر قائم کیا گیا تھا نیز پوری آرٹس فیکلٹی میں یہ ہمیشہ اپنی اعلیٰ تعلیمی روایات، طلباء کی بڑی تعداد اور تعلیمی اسناد سے آراستہ، تجربہ کار اساتذہ کی علمی تحقیقی سرگرمیوں کے سبب نمایاں شمار ہوتا رہا لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس وقت تک شعبہ کا الگ سے کوئی مطبوعہ تعارف یا تاریخ موجود نہیں تھی۔ یہی وہ ضرورت تھی جس کے تحت پہلے مرحلہ میں شعبہ اسلامی تاریخ کا ایک باقاعدہ تعارف بزبانِ انگریزی لکھا گیا اور پھر جناب شیخ الجامعہ کی اطلاع، اجازت اور سرپرستی کے تحت یونیورسٹی پریس سے رنگین کتابچہ کی شکل میں (ستمبر ۱۹۹۱ء) شائع کیا گیا۔

اس سے اگلا سال ۱۹۹۲ء بھی اپنے جلو میں کئی تقاریب لے کر آیا جو شعبہ کی کارکردگی کی آئینہ دار تھیں۔ مثلاً فروری ۱۹۹۲ء میں امریکہ سے فل برائٹ اسکالر جناب ڈاکٹر عباس ہمدانی جامعہ کراچی تشریف لائے تو امریکن قونصل خانہ کے تعاون سے شعبہ ہذا میں ایک خصوصی توسیعی لیکچر کا انعقاد کیا گیا جو آرٹس فیکلٹی کے آڈیو وژول سینٹر میں ہوا۔ ان کے لیکچر کا موضوع تھا *Did Muslims discover America*۔ جلسہ کی صدارت مشہور مورخ، اسکالر، پروفیسر ایمریطس ڈاکٹر ریاض الاسلام صاحب نے فرمائی۔ پاکستان کا تاریخی مطالعاتی دورہ اور اس کی اہمیت سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ برسوں کے بعد یہ انتظام ہوا اور ۱۸ جولائی سے اگست ۱۹۹۲ء تک طلباء و طالبات نے شکیل صدیقی اور دیگر اساتذہ کی معیت میں پاکستان کے اہم تاریخی آثار و مقامات کو مطالعہ و مشاہدہ کی کسوٹی پر پرکھا۔ نو واردانِ جامعہ کو خوش آمدید کہنے کے لیے شعبہ میں ایک تقریب منعقد ہوئی۔ نئے آنے والے طلباء و طلبات کو شعبہ کی خصوصیات، روایات اور آئندہ غایات سے مطلع کیا گیا۔ صدر شعبہ اور ڈاکٹر صابر صاحب نے بھی اگرچہ اس موقع پر خطاب کیا لیکن شعبہ کا اصل تعارف عزیزی شکیل صدیقی کی مفصل تقریر سے ہی ہوا۔ یہ طلباء میں اسلامی



PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تاریخ کے لیے ذوق وشوق پیدا کرنے اور شعبہ سے قلبی تعاون استوار کرنے کا بھی ذریعہ بنا۔

آزادی کے حوالہ سے اگست کا مہینہ اگرچہ قومی سطح پر جشن منانے کی ترغیب دیتا ہے لیکن وقتی طور پر زبانی کلامی آزادی اور جشن آزادی کو معنی خیز بنانے کے لیے فیصلہ کیا گیا کہ شعبہ کی طرف سے ایک صحیفۂ آزادی مرتب کر کے شائع کیا جائے۔ منصوبہ کے مطابق ''صحیفۂ آزادی'' چھپ کر تیار ہوا تو ۲۴ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو ایک شاندار تقریب اجراء ہوٹل جبیس صدر میں رکھی گئی۔ اس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس محفل کے مہمان خصوصی حکیم محمد احسن صاحب تھے جو بلدیۂ عظمیٰ کراچی کے پہلے میئر تھے اور انہیں یہ فخر حاصل تھا کہ قیام پاکستان کے وقت ماری پور کے ہوائی اڈہ پر انہوں نے کراچی آمد پر بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کا خیر مقدم کیا تھا۔ تقریب کی صدارت شیخ الجامعہ ڈاکٹر ارتفاق علی صاحب نے کی جبکہ نمایاں ترین مقررین میں جناب مولانا سیّد حسین مثنیٰ ندوی، ڈاکٹر رضوان علی رضوی صدر شعبہ سیاسیات جامعہ کراچی اور ڈاکٹر محمد سلیم صاحب سابق شعبہ صدر اسلامی تاریخ شامل تھے تقریب کی نظامت حسب معمول عزیزی محمد شکیل صدیقی نے کی اور موقع محل کی مناسبت سے کمپیئرنگ کر کے اسے یادگار بنا دیا تقریب کے بعد لنچ کا اہتمام تھا۔

۱۹۹۳ء وہ یادگار سال تھا جبکہ شعبہ اسلامی تاریخ اپنی عمر کے چالیس سال پورے کر رہا تھا۔ اس سال کو مفتخر بنانے کے لیے، خاکسار صدر شعبہ کی طرف سے ''الایام'' کے نام سے شعبہ کی ۴۰ سالہ مفصل تاریخ مرتب کی گئی اور بڑے پیمانے پر اس کی تقریب اجراء و رونمائی کے ڈی اے سوک سینٹر حسن اسکوائر کے مرکزی ہال میں منعقد ہوئی جس کی صدارت حسب معمول شیخ الجامعہ پروفیسر ڈاکٹر ارتفاق علی نے فرمائی جبکہ مہمان خصوصی معروف دانشور اور قانون داں جناب خالد ایم اسحاق تھے۔ اس کے فوراً بعد عشائیہ کا اہتمام تھا۔ اس موقع پر شہر کے معززین علماء فضلا و اساتذہ اور حاضرین و سامعین کی ایک بڑی تعداد نے بزم کو رونق بخشی۔

شعبہ کے تحت ہونے والی چند نمایاں تقریبات کا حال بیان کیا گیا۔ مزید تقریبات، نشستوں، اجتماعات وغیرہ کی مزید تفصیلات طوالت کا باعث ہوں گی تاہم اب تک کی تفصیلات سے یہ اندازہ بہ آسانی کیا جاسکتا ہے کہ ان مواقع پر اعلیٰ و ارفع انتظامات اور شاندار اجتماعات کے پیچھے عزیزم شکیل صدیقی کی سرگرمی اور ان کی نظامت کا بڑا عمل دخل تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ شعبہ کی نصابی اور غیر نصابی تمام سرگرمیوں میں ان کی قائدانہ صلاحیتوں اور خطیبانہ کمالات کا اظہار ہوتا رہتا تھا۔ مرحوم علمی سیاسی سماجی مذہبی تاریخی ہر قسم کے جلسوں اور اجتماعات اور کانفرنسوں وغیرہ کی نظامت کا خاص سلیقہ رکھتے تھے۔ وہ ناظرین حاضرین سامعین کی توجہ حاصل کرنے میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور چھوٹے بڑے ہر قسم کے مجمع کو حسب ضرورت کنٹرول کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ پروگرام چاہے کچھ ہو، مہمان تقریب کوئی ہو اور وقت ضرورت حالات کا تقاضہ جو بھی ہو عزیزم میاں شکیل کے لیے کوئی مسئلہ، کوئی پریشانی نہیں ہوتی تھی۔ وہ اسٹیج پر سب سے پہلے نمودار ہوتے، روسٹرم پر آتے مائک سنبھالتے اور شروع ہو جاتے اور اپنی دراز شخصیت کے ساتھ مجمع سے آنکھیں چار کرتے اور ایسے آواز و انداز سے لب کشائی کرتے کہ سوئی محفل جاگ جاتی اور حاضرین ہمہ تن گوش ہو جاتے۔ لحہ بہ لحہ ان کی نظامت سے مجمع کے علاوہ خود مقررین بھی لطف اندوز ہوتے اور آخر کار



PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہونے والی تقریب، جلسہ، اجتماع، سیمینار وغیرہ بخیر وخوبی اختتام پذیر ہو کر سب کے لیے باعث مسرت ہوتا۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ شکیل صدیقی کے جانے سے شعبہ اسلامی تاریخ کا سونا ہو گیا ہے۔ اب کسی بھی جلسہ، تقریب، اجتماع میں نظامت کا کال پڑ گیا ہے، محفلیں بے جان ہو گئی ہیں، سامعین حاضرین کو ادب، طور طریقے سلیقے سے بلانے بٹھانے والا، انتظام وانصرام کی آبرو قائم رکھنے والا، وقت موقع کی مناسبت سے ایک ہمہ گیر فضا کو برقرار رکھنے اور لطف وائر کو حاضرین و ناظرین کے دل و دماغ تک پہنچانے والا، شعبہ کو اب شاید ہی کبھی نصیب ہو سکے۔

عقبت علی عمر و فلما فقدته

و جربت اقواماً بکیت علیٰ عمرو

عزیزی میاں شکیل صدیقی کو لکھنے پڑھنے سے خاص دلچسپی تھی اس سلسلہ میں وہ کچھ نہ کچھ کرنے میں لگے رہتے تھے۔ تحریکی جماعتی معاملات کے علاوہ انہیں ملکی غیر ملکی سیاست و معاشرت سے بھی بڑی حد تک دلچسپی تھی اور اس حوالہ سے وہ اظہار خیال کے لیے مختلف مواقع سے فائدہ اٹھاتے رہتے تھے۔ مختلف اداروں کے زیر اہتمام مذاکروں، مباحثوں، سیمینار وغیرہ میں بھی حصہ لیتے تھے اور بعض ٹی وی پروگراموں میں بھی کبھی کبھی شریک ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں روزنامہ جسارت میں ان کا ''حال دل'' کے عنوان سے ایک ہفتہ واری کالم شائع ہوتا رہتا تھا جو واقعی ان کے احساسات واضطراب کا آئینہ دار ہوتا۔ اسی اخبار کے فرائیڈے اسپیشل میں بھی ان کے مضامین اور کتابوں پر تبصرے وغیرہ بھی برابر شائع ہوتے رہے تھے۔

علمی تحقیقی کام کے حوالہ سے وہ ایم فل، پی ایچ ڈی کی سطح کا کام چاہتے تھے۔ لیکن یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ تدریسی مشغولیت میں ان کا اصل موضوع تھا ''برصغیر ہند و پاکستان کی ملتِ اسلامیہ'' جبکہ دیگر موضوعات تدریس وتعلم میں ''مسلم سیاسی فکر''، ''مسلم فلاسفہ و مفکرین'' اور ''اسلامی ادارے'' انہیں پسند تھے اور زندگی بھر وہ یہی مضامین پڑھاتے رہے۔ سیرت کے موضوع سے دلچسپی دراصل اس فقیر کی ''صحبت'' کا اثر تھا۔ جب تحقیقی کام کا اُنہوں نے ارادہ کیا تو میری ہی معیت اور نگرانی میں اور عملی طور پر اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ ۱۲ر نومبر ۱۹۸۹ء کو انہوں نے ایم فل/ پی ایچ ڈی کے لیے میری زیر نگرانی ہی داخلہ لیا۔ موضوع تھا ''برصغیر پاک و ہند میں سیرت نگاری کے رجحانات'' (۱۸۵۷ء تا ۱۹۸۷ء) اب انہیں دلچسپی اور سنجیدگی سے کام کی رفتار بڑھانا تھی۔ انہی دنوں دیگر مصروفیات کے علاوہ ان کے والد صاحب علیل ہو گئے۔ وہ ایک فرمانبردار بیٹے کی حیثیت سے ان کی تیمارداری اور علاج معالجہ میں پوری تندہی سے مشغول ہو گئے۔ ایک ہومیو پیتھک فزیشن کی حیثیت سے چونکہ شام بعد مغرب میرا مطب ہوتا تھا اس لیے عزیزم میاں شکیل کی خواہش تھی کہ کم از کم ایک مرتبہ والد کی صحت کے حوالہ سے میرا طبی مشورہ انہیں حاصل ہو جائے۔ چنانچہ یونیورسٹی سے فارغ ہو کر ایک مرتبہ یہ فقیر ان کے ہمراہ ان کے گھر رفاہ عام سوسائٹی گیا۔ ان کے والد صاحب سے تفصیلی ملاقات اور معائنہ کے بعد طبی مشورہ پیش کر دیا گیا۔ لیکن جو اللہ کو منظور، 'مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی' کے مصداق ان کے والد صاحب موصوف کی صحت دن بدن اور بھی گرتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ کچھ ہی عرصہ بعد سیونتھ ڈے ہاسپٹل میں داخل کرا دیا گیا۔ وہاں ایک عرصہ تک دوا علاج معالجہ کے باوجود افاقہ کی صورت پیدا نہ ہو سکی۔ راقم الحروف انہی دنوں پرسش احوال



PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے لیے سیونتھ ڈے گیا، ان کے والد صاحب ملاقات پر بہت خوش ہوئے اور بہ آواز بلند خیر مقدم کیا لیکن اس وقت تک زندگی کی مہلت بہت کم رہ گئی تھی۔ آخر کار وقت مقررہ جو تھا وہ آ ہی گیا اور ۳۱ر مارچ ۱۹۹۴ء کو اللہ کا بندہ اللہ کے حضور حاضر ہو گیا۔ ائیر پورٹ کے قریب ماڈل کالونی کے سامنے قبرستان ان کی آخری آرام گاہ قرار پائی۔ یہ عاجز بھی وہاں حاضر دعائے مغفرت میں شریک تھا۔ اس وقت یہ کون جان سکتا تھا کہ ایک اور آنے والا بھی یہاں آئے گا اور اپنے والد کی معیت اختیار کرے گا۔

اس واقعہ، اس سانحہ کا میاں شکیل کے دل پر جتنا اثر جتنا صدمہ تھا اس کا اندازہ ہر ایک لگا سکتا ہے۔ گویا خود بخود ایسے حالات پیش آ گئے کہ تقریباً ۵ سال گذرنے کے باوجود تحقیقی کام خاطر خواہ رفتار سے نہیں کیا جا سکا۔ تاہم انہوں نے ہمت نہیں ہاری۔

عزیزی شکیل صدیقی دراز قد متحرک شخصیت کے مالک تھے اور سے دل کے بھی اچھے۔ ہر ایک کے دکھ درد میں شریک ہونے والے، آگے بڑھ کر حصہ لینے والے، دوسروں کی ہر پریشانی میں خود بھی بے چین ہو جانے والے۔ ان سے چاہے کچھ ہو سکے یا نہ ہو سکے، مگر تسلی، دلاسہ، زبانی کلامی مدد ضرور کرتے، ہر موقع پر حوصلہ افزائی ان کی عادت تھی۔ گھر میں ماشاء اللہ بھائی بہن، عزیز اقارب سب ہی تھے مگر سب کی تکلیف کا احساس و اثر سب سے زیادہ شکیل پر پڑتا، خصوصاً والدین کی بیماری آزاری کے دوران وہ بہت پریشان رہتے۔ شادی سے پہلے گھر کے کام کاج کا خیال رکھتے، حسب ضرورت ہاتھ بٹاتے یہاں تک کہ مثلاً والدہ صاحبہ کے لیے ناشتہ بنانے میں بھی تکلف نہ کرتے۔ گلی محلّہ کے لوگوں، جمعیت جماعت وغیرہ کے ساتھیوں، یونیورسٹی کے طلباء، اساتذہ کا کوئی کام ہو تو وہ حاضر۔ ہر جگہ، ہر حلقہ ہر طبقہ میں انہیں اسی لیے مقبولیت حاصل تھی کہ ہر ایک کے کام کاج، پریشانی میں مدد کے لیے فوراً تیار ہو جاتے تھے۔

والد صاحب کے انتقال کے بعد والدہ صاحبہ کی بیماری ان کے لیے زیادہ اہمیت زیادہ معنی رکھتی تھی۔ اس لیے گھر بار کی مصروفیات اپنی جگہ، والدہ کی خدمت گذاری ان کے لیے سب پر مقدم تھی۔ تاہم صورت حالات میں بہتری، ان کے تحقیقی کام میں یکسوئی اور زندگی میں مسرت آمیز لمحات کا موقع اس وقت آیا جبکہ ۲۸ر دسمبر ۱۹۹۴ء کو وہ شادی کے بندھن میں بندھ گئے۔ گویا زندگی کا نیا مرحلہ شروع ہوا۔ معمول کی دوسری سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ بال بچوں کی مصروفیات بھی شامل ہو گئی۔ تاہم تحقیقی کام میں حسب ضرورت تیزی نہیں آ سکی۔ وہ پہلے لیکچرر تھے پھر اسسٹنٹ پروفیسر ہوئے تو عرصہ دراز اسی میں گذرا یہاں تک کہ انتقال سے کچھ دنوں پہلے ہی وہ پروفیسر شپ تک پہنچے۔ اسسٹنٹ پروفیسر سے آگے بڑھنے کے لیے دراصل پی ایچ ڈی کی شرط اور معیاری جرائد میں مقررہ تعداد میں مقالات کا شائع ہونا ضروری تھا۔

ایم فل/ پی ایچ ڈی کا ان کا کام مدتوں تشنۂ تکمیل رہا یہاں تک کہ خاکسار راقم الحروف جب اپنی مدت ملازمت کی تکمیل پر بطور صدر شعبہ سبکدوش ہو گیا تو اس کے بعد ظاہر ہے کہ میاں شکیل سے روزمرہ کا رابطہ منقطع ہو گیا اور خود شکیل کے لیے بھی میرے گھر آنا اور کام کی رفتار برقرار رکھنا ممکن نہ رہا اسی لیے مجھے اطلاع دینے یا میری اجازت لینے اور دوسری قباحتوں سے بچنے کے لیے نیز وقت کم اور مقابلہ سخت کے پیش نظر انہوں نے مناسب سمجھا کہ شعبہ کے ایک اور استاذ اور سابق صدر شعبہ ڈاکٹر محمد صابر صاحب کو (جو اس زمانہ میں جزوقتی طور پر جامعہ جاتے تھے) نگراں بنا کر مقالہ بہر صورت مکمل کر لیں۔ چنانچہ اس طرح



PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com